ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ کلام میں حسیاتی عناصر

سعدیہ ارشاد [1]، ڈاکٹر صدف نقوی **

Abstract:

"This article strives to discover the deep sensuousness in the Na'at of Dr. Riaz Majeed. Dr.Riaz Majeed's sensuous approach towards Na'at makes his Na'atiya style elevated and a variety of expression can be easily explored due to his sensuous approach. His Na'at juxtaposes the aspects of beauty based on scientific and modern day sensuousness and maintains a highly developed expression. Dr.Riaz Majeed has used poetic devices such as imagery, allegory and sensuous metaphors which exhibit an elegant stylistic approach. This article is a key attempt to explore the novel persuasiveness and cogency within the pretext of sensuousness, used in his poetry on various subject aspects of Na'at."

Key Words: Five senses, Introvert Perceptions, Sensuousness, Intuitive Forces, Momentous aesthetics, Observatory.

ہر بڑا شاعر اپنے عہد سے کچھ نہ کچھ حد تک ضرور متاثر ہوتا ہے مگر اس کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنی شخصیت اور فکر وفن کے حوالے سے ایک عہد کو متاثر کرتا ہے۔اس کے سوچنے کا انداز اور اس کا شعری اسلوب ایک نسل کو بہر حال متاثر ضرورکرتا ہے۔اس کی مثال غالب ؔہے جس نے ایک عہد کو نہیں بلکہ آنے والے تمام زمانوں کو متاثر کیا ہے اور اس طرح سے وہ ہمارا لازمانی شاعر بن گیا ہے۔اگر اردو غزل گو شعرا غالبؔ کے تتبع میں اشعار نہ بھی کہیں تو وہ غالبؔ کے اثر سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔بعینہٖ ایک بڑا شاعر اپنے عہد سے نہیں بلکہ اس کا عہد اس کی ذات سے پہچانا جاتا ہے۔اردو زبان میں بیسویں صدی کا عظیم شاعر اگر اقبال ہے تو انیسویں صدی غالبؔ کی صدی ہے۔اسی طرح اکیسویں صدی میں اپنے اسلاف کی لاج کون رکھتا ہے۔اس کے متعلق تا حال کوئی پشین گوئی نہیں کی جا سکتی مگر اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اب شاید کوئی عبقر العباقر اور افصح الفصحا کے پیدا ہونے کا امکان اس لیے نہیں ہے کہ زمانے کے تقاضے اور ماحول کے لوازمات بدل چکے ہیں اور اب دنیا کے ایک کونے میں آنے والا نیا فیشن یا اسلوب چشمِ زدن میں ساری دنیا میں اس قدر برق رفتاری سے پھیلتا ہے کہ اگلے ہی لمحے وہ قدیم ہو جاتا ہے۔اب اعتدال کی اس سادہ اورجمال افروز روش کا چلن ہے جو موجودہ ماحول اور ثقافت میں اپنی جڑیں مضبوط رکھتی ہو اور جس کا مزاج اور مذاق نئے مزاج و تلذذ پر منطبق ہو۔اب کسی تخلیق کار کا یا اس کی تخلیق کا اختراعی پن اپنی تعبیری اور تاویلی جہات اور فنی ریاضتوں کے بغیر قیام ممکن ہی نہیں۔لہٰذا زمانے کے بدلتے ہوئے مذاق اور ادب کے مبدل بہ زمانہ رجحانات کے مطابق جس کسی شاعر نے بھی اپنے آپ کو ڈھال لیا وہ قبولِ عام کی سند حاصل کر لیتا ہے۔اب یہ اضافتوں کی دنیا نہیں رہی بلکہ نئے سائنسی اور منطقی امکانات کی دنیا ہے جو تجربے اور تحقیق کی فضا میں سانس لیتی ہے۔یہ نئے تجربے کی فضا میں سانس لیتی ہوئی دنیا انتہائی حساس ہے اورانسان اپنے محسوسات کو پہلے سے زیادہ بروئے کار لا کرعلم کے مختلف اور

---

[1] پی ایچ ڈی سکالر،شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد
** صدرِ شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

متنوع ذرائع سے استفاد ہ کرنے لگا ہے۔علم کی کوئی بھی شاخ ہو،وہ بنیادی طور پر انسانی محسوسات ہی کے مرہون منت ہے۔شاعری ہمہ قسم کے علوم کا مجمع البحر ہے جو شاعر کو معاشرے کا حساس تر فرد بناتی ہے۔ریاض مجید ایک ایسے شاعر ہیں جو نئے زمانے کی مقتضیات سے ہم آہنگ ہو کر شعر کہتے ہیں اور ان کی شاعری میں ان کی عصری حساسیت سانس لیتی ہوئی محسوس ہو تی ہے۔ان کی شاعری جدید سائنسی رجحانات کی نمائندگی بھی کرتی ہے۔وہ ایک حساس طبع رکھنے والے شاعر ہیں۔جہاں تک ان کی نعت نگاری کا تعلق ہے تو اس میں بھی ان کے حسیاتی شعور کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ریاض مجید بلاشبہ عبقری ذہن رکھنے والے اور زودگو شعرا میں سے ایک ہیں جنھوں نے اپنی ساری زندگی ادب کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ان کی ستر اور اسی کی دہائی کی نعتیہ شاعری اس دور کے مقتضیات اور اسلوبیات سے لگا کھاتی ہے اور آج کی شاعری میں ریاض مجید کے اسلوب اور ان کے فکرو فن میں جہاں تبدیلیاں آئی ہیں وہاں ان کے ہاں غیر محسوس انداز میں لفظو ں کی بنت کاری اور ان کے نفسیاتی برتاؤ میں بھی تغیرات واقع ہوئے ہیں۔انھوں نے شاعری کے جدید ڈکشن کو اپنی نعتیہ شاعری میں جگہ دی ہے اور زبان و بیان کے نئے ذائقوں سے اپنی نعتیہ شاعری کو آشنا کیا ہے۔یہی ان کی وسیع المشربی کا ثبوت ہے کہ وہ تمام عمر ایک ہی روش پر چلتے ہوئے ایک ہی اسلوب سے چمٹے نہیں رہے بلکہ اپنے اسلوب کی زیریں تہہ میں جہاں ان کے اندر کا ریاض مجید رہتا ہے، وہاں اپنے ما فی الضمیرمیں بیٹھ کر اپنی نعتیہ شاعری کے ذیلی اسلوب کو موہوم زمانی تبدلات سے آشنا کیا ہے۔ان کی نعت میں جدید انداز کی سائنسی حساسیت بدرجہ اتم موجود ہے۔یہی جدید اندازِ بیان اردو غزل کا ہے جس میں سائنسی حساسیت کو اولیت حاصل ہے اور شاعر اپنے ماحول اور جذبات و احساسات کے مابین ایک توازن اور تلازمۂ احساس کو برقرار رکھتا ہے۔یہ اسلوب اور یہ ڈکشن گذشتہ صدی سے مختلف ہے۔جدید اردو نعت کے متغیر مزاج کو دیکھ کر ریاض مجید نے بھی اپنی نعت کے اسلوبِ بیان کو بدلا ہے اور جدید انداز میں شعر کے نئے ذائقے تخلیق کیے ہیں۔چند ایک نمونے ملاحظہ ہوں:

خلد کی ٹھنڈی ہوا ساتھ رہے محشر میں
دور دوزخ کی رہے گرمیئ آتش مولا
ہو اگر اذن ترا حشر کے دن تیر ے حضور
میری نعتیں ہی کریں میری سفارش مولا(۱)

اذن سے تیرے، محمدؐ کی سفارش یا رب
حشر کے روز ملے،صلِ علیٰ سب سے الگ(۲)

ہے کردار آپؐ کا آئینۂ آیاتِ قرآنی
ہے سیرت آپؐ کی ہر حکمتِ قرآن کا ماخذ(۳)

ان اشعار میں جہاں ایجابِ دعا کا لہجہ اختیار کیا گیا ہے،وہاں اشعارمیں حدسیات سے کام لیا گیا ہے۔ حدسیات حسیاتی آخذات (Sensory Receptors)کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ چشمِ تصور ہی سے ان کی محسوساتی ہئیتِ کذائی دیکھی جا سکتی ہے۔ یہاں ’’حشر کے روز کی تصویر‘‘، ’’خلد کی ٹھنڈی ہوا‘‘ اور ’’گرمیئ آتش‘‘ کو چشمِ تصور محسوس کر سکتی ہے جو انسان کے باطنی محسوسات سے براہِ راست تعلق رکھتی ہے۔یہ اشعار جدید اردو نعت کے نمائندہ ہیں۔نعت کا یہی نیا ذائقہِ ریاض مجید کے کلام میں جا بجا ہمیں ملتا ہے۔ایسے لگتاہے کہ شاعر نے اردو شاعری کے بدلتے ہوئے لب و لہجے کو بھانپ کر اپنی شاعری کے اظہاریے علیٰ وجہ البصیرت بدل دیے ہیں۔ریاض مجید کی نعات کے بہت سے اشعار موجود ہیں جن میں ان کے باطنی محسوسات کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔باطنی احساس جب عقیدت کے جذباتی کم و کیف میں بدل جاتا ہے تو اس کے اثرات زبان سے براہِ راست محسوس کیے جا سکتے

ہیں۔ایسی صورتِ حالات میں ڈاکٹر ریاض مجید اپنے جذبات و احساسات کا اظہار بعض جگہ عربی متون بالخصوص قرآنی متون کے ذریعے سے کرتے ہیں۔اس کی مثال ذیل کا نعتیہ شعر ہے جو در اصل حمدیہ غزل کا ہے:

رہے آنکھوں میں مواجے کا بہشتی ماحول
ورد میرا ہو رفعنا لکَ ذکرک مالک(۴)

''ورفعنا لک ذکرک'' یہ سورہ الم نشرح آیت نمبر ۴ ہے جس میں اللہ تعالی اپنے حبیب کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہم نے آپ کی قدر منزلت بلند کی۔ ہم نے آپ کو ثنائے حسن اور ذکر بلند سے سرفراز کیا۔ آج تک مخلوق میں سے کوئی ہستی اس مقام کو نہیں پہنچ سکی۔ جب بھی اللہ تعالی کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ رسول اللہ کا ذکر لازم ہو جاتا ہے۔جیسے اسلام میں داخل ہوتے وقت، اذان اور اقامت کے اندر، خطبوں اور دیگر امور میں اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کا ذکر سر بلند کیا ہے۔دلوں میں اللہ تعالی کے بعد آپ کے لئے جو محبت،تعظیم اور اجلال ہے، وہ کسی اور کے لئے نہیں۔ اللہ تعالی آپ کو آپ کی امت کی طرف سے افضل ترین ذکر سے بلند کرنے کی بات کر رہا ہے۔ ریاض مجید نے اس شعر میں حضور پاک صل وسلم کے اسی بلند ذکر کا آیت کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے کیا ہے بلکہ یہ سورہ الم نشرح کی آیت نمبر ۴ مکمل طور پر مصرع ثانی میں موجود ہے۔

سچا اور سُچا فن کاروہ ہوتا ہے جو اپنے زمانے کی روح کو سمجھتا ہے اور اس کے قضیوں کو بہ اعماقِ نظر دیکھتا ہے اور پھر انھیں اپنے پیکرِ تخیل میں اس طرح سے ڈھالتا ہے کہ اس کے طرزِ اظہار میں اس نئے زمانے کی روح کی نمائندگی ہو جاتی ہے اور یقین کیجیے اسی کا نام ہی جدیدیت ہے اور اسی میں نئے مضامین و خیالات اور نئے اظہاریے جنم لیتے ہیں۔ پرانی داستانوں میں جو مافوق الفطرت مخلوق پیش کی جاتی تھی اور جو جنوں اور پریوں کے کردار تھے اب جدید ٹیکنالوجی کے زور پر وہی کچھ ہو رہا ہے۔ انسان دور دراز سیاروں مریخ اور یورینس وغیرہ پر کامیاب خلائی مشن بھیج چکا ہے۔داستانوں کا خیالی اور فرضی کردار آج حقیقت میں ایک نئے روپ میں موجود ہے اور فسانے حقیقت میں بدلتے جاتے ہیں۔ مزید برآں آج کے سائنسی دور میں ہم اپنے علم کو کامل نہیں قرار دے سکتے کیونکہ انسان ہر لمحے جدید تحقیق کے سامنے بے بس ہوتا جاتا ہے اور اسے نئی تحقیق کے تمام رموز کا علم نہیں ہو سکتا۔دہر میں واقع ہونے والی تمام تبدیلیاں اپنے ساتھ نئی معلومات لے کر آتی ہیں اور کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کا علم درجۂِ کمال پر ہے۔ریاض مجید کا یہ شعر اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے:

خیال و خواب کے موسم سمٹتے جا رہے ہیں
فضائے دہر سے ہم لوگ کٹتے جا رہے ہیں(۵)

ان مضامین کو اگر پورے وثوق کے ساتھ کسی شاعر نے اپنے اظہاریے کا حصہ بنایا ہے تو وہ بلاشبہ ایک اچھا شاعر کہلایا جا سکتا ہے۔ریاض مجید کے ہاں اس حقیقت کو کیسی خوبصورتی اور فنی چابکدستی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہ آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے،اب ان کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے چند ایک مثالیں ملاحظہ کیجئے جن سے ڈاکٹر ریاض مجید کے حسیاتی تلازمات کو دیکھا جا سکتا ہے:

عقیدتِ ازلی کی کتاب حاضر ہے
ورق ورق ابدی انتساب حاضر ہے
حضور بخش درودی مراقبوں کی عطا
نوشتۂ دل اسرار باب حاضر ہے
مشاہدات عقیدت کی شکل اترے ہیں
بیاضِ روشنی کا باب باب حاضر ہے
عطا ہو زمزمِ سرشارئ یقیں،مولا!

فریب خوردہ ، وہم و سراب حاضر ہے
ترے حوالے سے تعبیر خواہ آنکھوں میں
شبِ الست کا ایک ایک خواب حاضر ہے(۶)

قوتِ باصرہ انسان کے لیے وہ نعمت ہے جو مشاہدے کو عین الیقیں کا درجہ دیتی ہے اورانسان عین الیقین سے یقینِ محکم کی طرف سفر کرتا ہے۔نعت میں باصرہ فقط خارجی مظاہر کو جذباتِ مؤدت کے ساتھ پیش کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ داخلی مزاج سے بصری حسیات کا تطابق بن جائے تو منظر منظر متحرک اور جاوداں بن جاتا ہے اور نعت کمال کی حسیاتی تاثیر کی حامل بن جاتی ہے۔ریاض مجید کی نعات میں اس قسم کے سینکڑوں مقامات آتے ہیں جہاں قاری حسیاتی سطح پر ان کے فن کی بالیدگی اور بلوغت کو دیکھتا ہے:

ستارے مثلِ حروفِ ثنا چمکتے ہیں
سجا کے لائی ہے شب،کہکشاں کے تھال میں نعت(۷)

اس نعتیہ شعر میں ''کہکشاں کے تھال'' اور ستاروں کے مثلِ حروفِ ثنا چمکنے'' کا جو منظر بیان کیا گیا ہے،وہ حرکی جمالیات کا حامل ہے۔ستاروں کی مانند حروفِ ثنا کا چمکنا تو عمومی سطح کی تشبیہ ہے جو کہ عمومی سطح کی معنویت کی حامل ہے اور حسی تشبیہ کے زمرے میں آتی ہے۔لیکن یہ تشبیہ جو مندرجہ بالا شعر میں ریاض مجید نے دی ہے وہ ستاروں سے حروفِ ثنا کو نہیں دی بلکہ حروفِ ثنا کی چمک دمک سے ستاروں کو تشبیہ دی ہے۔یوں مشبہ اپنے مشبہ بہ سے اقوہ ہے اور تشبیہ پر باطنی مدرکات کی حسی صورت غالب نظر آتی ہے۔ریاض مجید کی نعات میں حسی تشبیہات کا جو نظام قائم ہوتا ہے،وہ باطنی اور خارجی ہر دو سطح پر متحرک اور روانی کا حامل ہے اور بعض اوقات انتہائی چونکا دینے والا بھی ہوتا ہے۔یہی ان کی نعت کی نئی وضع اور نیا اسلوب ہے کہ وہ خود اسی نظریے پر ایمان رکھتے ہیں ہیں کہ پچھلی وضع کو چھوڑ کر اور اعتدال کی رسی کو تھام کر اپنے آپ کو بدل دینا ہی اصل انقلاب ہے۔فسانے اگر حقیقتوں میں بدلتے ہیں تو شاعر کی آنکھ سے یہ بدلتا ہوا منظر اوجھل نہیں رہ سکتا اور وہ اس کے معروضات پر اظہارِ خیال کرتا ہے۔اس کے اسرار کا جائزہ لیتا ہے اور اس کی رمزِ پنہاں کو حسیاتی سطوح پر تعبیر کی نئی جہتوں سے آشنا کرتا ہے۔ حسیاتی تغیر وتبدل کا یہ شعور ریاض مجید کے ہاں بڑی گہرائی کے ساتھ سرایت پذیر ہے۔وہ اپنے اندازِ فکر اور اپنی ادائے نگہ سے منظر کو دیکھتے ہیں،اس کو نعت کے مضامین میں تلازمہ بند کر تے ہیں اور حسیاتی سطوح پرایک بھر پور تاثر کے ساتھ زبان کی حلاوت و شیرینی میں پیش کرتے ہیں۔ان کا مشاہدہ عمیق اور مطالعہ وسیع تر ہوتا ہے۔

اُجالتا ہوں ہنر ساعتِ تہجد میں
سر شکِ توبہ اسے آبِ زرلگاتا ہے
وہ سینچتا ہے مجھے اپنی حُب کے زمزم سے
خیال اس کا مژہ پر گہر لگاتا ہے
مسافرانِ حرم کے لیے وہ راہوں پر
درخت اُگاتا ہے ، زادِ سفر لگاتا ہے(۸)

قبولیت کی،سکینیت کی آمد آمد ہے
دعاکے لفظ مری چشمِ نم کو دیکھتے ہیں(۹)

خاک، مقناطیس اثر ہے اُس دیارِ قدس کی
اہلِ جذب و دل کی ہے منزل مدینے کی طرف

فجر کے روشن دھندلکوں میں احد کی راہ پر
صبح کے تارے! کہیں پھر مل مدینے کی طرف(۱۰)

بعض اشعار میں حسی تجریدیت اور بعض جگہوں پر حسی تجسیم یا تمثال کاریت کا بیانیہ اختیار کیا گیا ہے۔ کسی بے جان اور مجرد شئے کو حسیاتی مدرکات دے کر اور اسے متحرک کردار کی صورت میں پیش کر کے شعر میں موزوں کرنا واقعی ایک بڑا فن ہے لیکن اس فن میں ہر کس و ناکس جمالیات کو برقرار نہیں رکھ سکتا جو نعت کو زیادہ موثر بناتی ہیں۔آخری اشعار میں دیارِ قدس کا ''مقناطیس اثر'' کے اہلِ جذب و دل کے ساتھ جو شاعر نے حسی انسلاکات قائم کیے ہیں وہ مقناطیسی قوت کی طرح محسوس ہوتے معلوم ہوتے ہیں جن کا باطنی ادراک ہم حاصل کرسکتے ہیں۔اسی طرح شاعر اپنی چشمِ تصور میں احد کی راہ پر جو فجر کے دھند لکوں میں صبح کے تارے کے ہمراہ مدینے کی راہ پر چلتا ہے تو قاری کی چشمِ تصور میں بھی احد سے مدینے کی طرف کا وہ سارا راستہ اور سفر روشن اور عیاں ہو جاتا ہے اور اس کی تصاویر بہت پُر جمال اور شوخ محسوس ہوتی ہیں۔ڈاکٹر ریاض مجید کے یہ نعتیہ اشعار بھر پور حسیاتی شعور کے حامل ہیں۔

کیا جاتا ہے صیقل، جاں کو احساسِ ندامت سے یہاں لانے
سے پہلے چشم و دل چمکائے جاتے ہیں
احاطہ سا کیے رکھتا ہے جاں کو نُور کا ہالہ
درودِ پاک کے انوار جاں پر چھائے جاتے ہیں(۱۱)

اک تجلی گیر مستی،اک حضوری بخش وجد
دل فضائے ایمن و ماحولِ طوری میں رہے
وِرد ہر مُو تھا ازل کی صبح سے حرفِ درود
عمر بھر ہم ایک کیفِ لاشعوری میں رہے(۱۲)

اک بار کیا قصدِ زیارت جو حرم کا
احساسِ ندامت ہُوا سو بار نمودار(۱۳)

احساسِ ندامت سے جان و دل کو ''صیقل کرنے''،''چشم و دل'' کو چمکانے، دل کو ''فضائے ایمن و ماحولِ طوری'' میں رہنے،''کیفِ لاشعوری'' کا کم و کیف اور احساسِ ندامت کے نمودار ہونے کا جو حسی تاثر قائم ہوتا ہے وہ قوتِ لامہ،شامہ اور باصرہ سے براہِ راست تعلق رکھتا ہے۔ شاعری جہاں تخلیقی کرب کی تشفی کرتی ہے، وہاں ذات کے اظہاریے سے روحانی تشفی کا باعث بھی بنتی ہے لہٰذا شاعر بیک وقت تین طرح کی مسرتوں سے دو چار ہوتا ہے۔ایک تخلیقی کرب کی تشفی کی مسرت اور دوسری اظہارِ ذات سے روحانی مسرت اور تیسری فنی بلوغت کے خمیر سے اٹھنے والی مسرت جو ایک شاعر کو اس وقت میسر آتی ہے جب وہ فن کے عوارضات کے درجہ کمال پر متمکن ہوتا ہے اور اس کے سامنے ہنر والا نہیں بلکہ ہنر زیادہ توجہ کا طالب ہو جاتا ہے۔اس کا ذہن بیک وقت انھی منطقوں کے اندر ایک حسین امتزاج کا متلاشی ہوتا ہے اور جب وہ اپنی کھوج سے اس کے حصول میں کامران ہوجاتا ہے تو اس کے ذہن و قلب میں ایک نامیاتی تلازمہ قائم ہوتا ہے جس کا حتمی نتیجہ ''تسکین'' ہے۔یہی تسکین فن،اظہارِ ذات اور تخلیقی کرب کے جزئیات کا مرکب ہے جو قاری کے برعکس ایک سچے شاعر کو میسر آتی ہے اور صرف تخلیق کار ہی اس کا ادراک رکھ سکتا ہے۔ ایسے شاعر کا مطمحِ نظر مختلف ہوتا ہے۔اوروہ''اظہار'' میں اپنا حصہ ڈالتے ہوئے آگے نکلتا ہے۔اس کی نظر ''ہنر'' پر رہتی ہے نہ ''ہنر والوں'' پر البتہ وہ ہنر کے حسی ادراک کے بدلاؤ کے ساتھ ساتھ اپنے ''حسیاتی شعور'' میں بدلاؤ آتا ہے۔یہی تخصص ریاض مجید کا ہے:

وہ ارض چوم کے اتری تھی قلبِ آدم میں
کیا تھا روح نے اول سفر مدینے کا(۱۴)

ایک بھیگی ہوئی تصویرِ حرم،رخصت کی
ہے ہمیشہ دلِ حساس میں رہنے والی
یاد ہے خاکِ مدینہ کی رگ و ریشۂ جاں
صورتِ رنگ بدن،ماس میں رہنے والی
اُڑ کے جاتی ہے حرم اُس کی مہک نُور مثال
نہیں نعت آپؐ کی قرطاس میں رہنے والی(۱۵)

مُراقبے میں جمالِ شبیہِ حضرت ہے
ہر ایک حرف دَرُود آئینہ ہُوا جب سے
نظر چمک اٹھی ''والنجم'' کی تجلی سے
خیال آپؐ کا خورشید زَا ہوا جب سے(۱۶)

جنتِ ارضی نے جب آدم کو سلام پیش کیا تھا تو ہبوطِ آدم سے قبل روحِ انسانی کے ازلی سفرکی پہلی پگڈنڈی شاعر کے حوا نے جو محسوس کی وہ مدینے کی راہ تھی کہ جس پر سب سے پہلے روحِ انسانی چلی تھی کیونکہ یہی وہ جگہ ہے جس کے بارے میں تمام انبیاء کو نشانیاں بتلا کر سمجھا دیا گیا تھا۔شاعر نے ما بعد الطبیعاتی مضمون کو حسی جمالیات کے لمس کے ساتھ پیش کیا ہے۔دوسرے شعر میں کئی ایک ایسےImagesتخلیق کیے گئے ہیں جو حرم کی متحرک تصویر کو پیش کرتے ہیں۔''بھیگی ہوئی تصویر حر م''،''خاکِ مدینہ'' کا صورتِ رنگ بدن ہونا اورنعت کی خوشبو کا اڑ کے حرم تک جانا اور اسے محسوس کیے جانا دراصل قوتِ شامہ کا ادراک ہی تو ہے جو شعرکے ذریعے سے شاعر نے محسوس کروایا ہے۔اسی طرح مندرجہ بالا اشعارمیں شاعرنے جمالِ شبیہہ میں ''تصویرِ مصطفیؐ'' کے جس حسی ادراک کا ذکراپنے آئینہ ئ قلب میں مجسم صورت میں دیکھا ہے،وہ فی الواقع اس کے ذکی الحس ہونے کا ناقابلِ استرداد ثبوت مہیا کرتا ہے۔بعینہٖ ''والنجم'' کی تجلی کی بھی متحرک تصویرسامنے آتی ہے۔ ''خورشید زا'' کی ترکیب ریاض مجید کے منفرد اسلوب کی نمائندہ ہے۔یہ وہ حیرتی اسلوبِ نعت ہے جو قدیم سایہ ِاسناد کے زیرِ بارِ منت نہیں بلکہ اس کے اپنے فنی اور حسیاتی معروضات ہیں اور اپنے قضیوں کی حامل ہے۔اسے اپنے وجود کے اثبات کے لیے گزشتگاں کی سند کی ضرورت نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، **ربنا لک الحمد**،لاہور:نعت اکادمی،۲۰۱۸ء،ص۵۰
۲۔ ایضاََ،ص۱۹۲
۳۔ ایضاََ،ص۱۱۹
۴۔ ریاض مجید،ڈاکٹر، **اللھم بارک علیٰ محمدِﷺ**،فیصل آباد:انتخاب پبلشرز،۲۰۰۵ء،ص۱۵۴
۵۔ ریاض مجید،ڈاکٹر،**خاک**،فیصل آباد:انتخاب پبلشرز،۲۰۰۵ء،ص۵۵
۶۔ ریاض مجید،ڈاکٹر، **اللھم بارک علیٰ محمدِﷺ**، ص ٦٦
۷۔ ایضاََ،ص۱٦۰
۸۔ ایضاََ،ص۲۱
۹۔ ایضاََ،ص۲۲
۱۰۔ ایضاََ،ص۲۷
۱۱۔ ایضاََ،ص۳۴
۱۲۔ ایضاََ،ص۳٦
۱۳۔ ایضاََ،ص۳۷
۱۴۔ ایضاََ،ص۳۹
۱۵۔ ایضاََ،ص۵۰
۱٦۔ ایضاََ،ص۵٦